

ملہ کے پھول کھلے

شازیہ مصطفیٰ



”بچو پلیز آ جاؤ سب آپ کو پوچھ رہے ہیں۔“ مونیا تیسری بار اسے بلانے وہ بھی ڈرتے ڈرتے اندر آئی جو غصہ میں بھری اس کی نگاہ اٹھی تو وہ خفیہ سی ہو گئی۔

”ان سب سے کہواتے سال انہوں نے آ کے کیوں نہیں پوچھا جب ہم بے یار و مددگار تھے پایا اس دنیا سے چلے گئے تھے۔“ ایک سلگتا ہوا طنز کا تیر پھیکا مونیا کے عقب میں امی کے حسمیں اور تاسف بھری نگاہوں نے اسے گھورا تو عمہ لب بلب سے کہہ گئی اور دونوں ہاتھوں سے اپنے دیکھنے اور بوجھل سر کو تمام کے بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگالی۔

”میں نے یہی تربیت کی تھی تمہاری گھر میں آئے مہمانوں سے مس لی ہو کرو عمہ تم مجھے سب کے سامنے بے عزت کر رہی ہو۔“

”پلیز امی مجھے ان لوگوں کا سامنا ہی نہیں کرنا اور نہ میں انہیں اپنا رشتہ دار مانتی ہوں۔“ دانت تیس کے اندر کے انتشار کو دبانے کی ہی کوشش کر رہی تھی مگر ان سب کو آواز سناعتوں پر گراں گزر رہی اس نے ابھی تک ٹھیک سے اپنے دونوں تپا کی ٹیلی سے ٹھیک طرح سے بات نہ کی تھی جیسے ہی سب آتے کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔

”مت بھولو کہ تمہارا خون کا رشتہ ہے۔“ ایسے ہوتے ہیں خون کے رشتے اپنے چھوٹے بھائی کو گھر سے نکال دیا کیا محبت کرنا اتنا برا جرم ہوتا ہے نفرت ہے مجھے ان سب سے۔“

”عمہ۔“ امی کا زوردار چیخ اس کے رخسار پر پڑا تو وہ وحشت زدہ سی لگ رہی امی نے آج پہلی بار اس پر ہاتھ اٹھایا تھا مونیا افسردہ سی کمرے سے ہی جانے لگی تو اتنے میں بڑی تالی امی اور چھوٹی تالی امی چلی آئیں امی تو شرمندہ سی ہو کر اپنی آنکھ کی نمی چھپانے لگیں جبکہ عمہ سر

جھکے رونے لگی۔

”نوزیہ جوان بچی پر ہاتھ اٹھانا اچھی بات تو نہیں۔“ بڑی تالی امی نے عمہ کو اپنی آغوش میں لیا جو کسمسا کے ان سے دور ہی ہو گئی امی کو عمہ کا ہر انداز شرمندگی اور دامت میں مبتلا کر رہا تھا۔

”بھابھی یہ مجھے مجبور کر رہی ہے۔“ وہ بھی رو دیں۔

”تم اتنا اس کے پیچھے مت پڑو بچی ہے ٹھیک ہو جائے گی۔“ بڑی تالی امی چل سی ہو گئیں کیونکہ عمہ اپنی باگاری کا اظہار کرتی ہوئی واٹس روم میں چلی گئی تھی وہ عمہ کا رویہ سمجھ رہی تھیں وہ اپنے باپ کا بدلہ ان سب سے لیتا چاہ رہی تھی اور امی کی ٹیلی چاہتی تھیں کہ وہ ایسا کرے اپنے پاپا سے قریب بھی تو بہت تھی۔

”لگتا ہے آج بھی ہم عمہ سے ملے بغیر چلے جائیں گے۔“ نیچے بھابھی کو بہت افسوس ہو رہا تھا پھر ان سے بھی وہ ملی ہی کب بھی کتنا سب کزن چاہ رہے تھے کہ وہ ان سب کے درمیان کھل مل جائے۔

”تمہاری تو ہر ایک سے جلدی دوستی ہو جاتی ہے ابھی تک عمہ سے کیوں نہیں کی۔“ بھابھی نے فاکہ کو مخاطب کیا جو سینٹرل ٹیبل سے لوازمات کے برتن مونیا کے ساتھ مل کر اٹھا رہی تھی۔

”ارے بھابھی ہماری بچو نائس ذرا فارمل سی رہتی ہیں ویسے دل کی بہت اچھی ہیں۔“ مونیا نے جھٹ مداخلت کی۔

”مونیا تم فکر ہی نہ کرو تمہاری بچو کو تو میں چنگیوں میں منا لوں گی۔“ فاکہ نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ عمہ چاہے اسے جھڑکے یا مس کی بیو کرے اس سے دوستی کر کے ہی رہے گی۔

رات تک نوزیہ نے ان سب کو ہی کھانے پر روک لیا تھا فاکہ اور بھابھی نے کچن سنبھال لیا

تھارات کو پھر مرد حضرات بھی چلے آئے تو محفل کا حسن وہ بالا ہو گیا، عمہ نے خود کو کمرے میں قید ہی کر لیا تھا، آریان کی نگاہوں نے اسے ہر سست تلاش کیا جو اول روز سے ہی اس کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

”یہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے آج کل کہاں ہوتے ہیں جو شکل نظر نہیں آتی ہے۔“ بابا نے بال کمرے میں اپنی انٹری دی تو نوزیہ جوان پارٹی موز ب بن کر بیٹھ گئی فردا نے تو جھٹ لی دی آف کر دیا۔

”کل تو کہیں پارٹی تھی یوں دیر سے آیا آج ابھی تک آؤس سے نہیں آیا ہے۔“ حمیرا خاتون نے انہیں بتایا۔

ہال کمرے میں بڑے صوفے پر وہ براجمان ہو گئے تھے جبکہ نوزیہ جوان پارٹی نے ٹھیک جانے میں ہی عافیت جانی تھی اب وہاں حماد بھائی نیچے بھابھی اور چچی جان موجود تھیں۔

”بات کی پھر نوزیہ سے عمہ کے لئے۔“ قدرے توقف کے بعد وہ حمیرا خاتون سے گویا ہوئے جو چونک کے انہیں دیکھنے لگیں۔

”بابا عمہ ہم سے بات تو کرنی نہیں سے پھر یہ سب کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔“ نیچے بھابھی کو اعتراض ہوا کیونکہ عمہ کی سردخالف طبیعت سے انہیں بہت ہی دکھ ہوتا تھا۔

”وہ بچی ابھی شاک میں ہے آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی آپ سب بات تو کریں کیونکہ جب تک یہ رشتہ نہیں ہو گا یہ بدگمانی اس کی دور نہیں ہوگی۔“ انداز ان کا برقرار اور سوچ ہی تھا، چچی حجاب نے امی کو دیکھا تھا کیونکہ دونوں اشاروں کنایوں میں نوزیہ سے عمہ کے لئے بات تو کر چکی تھیں مگر انہوں نے کوئی مثبت اور خاطر خواہ جواب نہ دیا تھا۔

”بابا آریان سے بھی پوچھ لیں۔“ حماد بھائی نے ڈرتے ڈرتے لب کشائی کی کیونکہ وہ خود اسے بھائی کی طبیعت سے واقف تھے۔

”تمہاری شادی کی بھی تو ہم نے تم سے پوچھا تھا۔“ یکدم ہی ان کا جواب سن کے حماد بھائی لب بلب سے کہے گئے جبکہ نیچے بھابھی خفیہ سی ہو گئیں شروع سے ہی اس گھر کے فیصلے بابا ہی تو کرتے آ رہے تھے۔

”حماد ٹھیک کہہ رہا ہے آریان کے کان میں تو بات ڈال دیں۔“

”دیکھو مجھے آریان کی ہاں یا ناں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ میں پوچھنا چاہوں گا جو میں نے سوچ لیا ہے وہ ہوگا۔“ انہوں نے امی کو دو نوک انداز میں اپنا اٹل اور مضبوط فیصلہ سنایا وہ پھر آگے سے کچھ بولی ہی نہ بلکہ ایک تاسف بھری نگاہ ڈال کر رہ گئیں۔

”مجھے ہر صورت میں افسر کے بیوی اور بچوں کو یہاں لانا ہے اور پھر اوپر کا پورشن خالی ہے نوزیہ سے کہنا عمہ کی شادی کے بعد وہ یہیں شفٹ ہو جائے گی۔“ وہ پھر کھڑے ہو گئے کیونکہ ان کے آگے تو بولنے کی مجال کسی میں بھی نہ تھی اسی وقت آریان ملبو جینز پر ہاف وائٹ شرٹ میں تھکا تھکا چلا آیا تھا بابا نے سر سے پیر تک اسے بغور دیکھا وہ کچھ جھینپ سا گیا۔

”کیا بات ہے بابا بڑا اچھی جازہ میرا لے کے گئے ہیں۔“ وہ کاؤچ پر ڈھیلے انداز میں بیٹھا مگر وہاں موجود نفوس کا چہرہ گہری سوچ میں ہی ڈوبا دیکھا۔

”تمہاری خیر نہیں ہے۔“ حماد بھائی نے استہزا سے کہا۔

”آریان پہلے تم کھانا وغیرہ کھا لو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“ امی نے نیچے بھابھی کو اشارے سے چپ کر لیا کیونکہ وہ کچھ بولنے ہی

والی تھیں آریان ویسے بھی تھکا ہوا تھا وہ سیدھا اپنے بند روم میں چلا گیا آج کل نیا پروجیکٹ شروع کیا تھا جس پر وہ محنت کر رہا تھا حماد بھائی باہر کے کام سنبھالے ہوئے تھے۔

کھانے وغیرہ سے فارغ ہوا تو امی چلی آئی تھیں آریان کو اچھا بھی ہوا تھا مگر امی نے بغیر تمہید کے ہی اس کے گوش گزار کر دی تھی۔
”لیکن امی یہ سب“ وہ ہکا بکارہ گیا امی کی نہیں تھیں اسے سوچنا کاموں دے کر کمرے سے ہی نکل گئیں مگر آریان کو بے چین ہی کر گئیں۔

صبح تو وہ بابا سے خود ہی بات کرنے لگ گیا پوری رات سویا جو نہیں تھا ناشتہ کی ٹیبل پر سب ہی موجود تھے۔

”تمہارا اعتراض اس شادی پر ہے یا اس لڑکی پر ہے۔“ بابا نے تنقیدی نگاہوں سے دیکھے چتون اٹھائے جو کھیلایا جھٹھلایا عجیب ٹکے سے چلے میں تھا۔

”آپ سب جانتے ہیں کتنی ال مینیر لڑکی ہے بڑوں سے بات تک تمیز سے نہیں کرتی ہے اور پھر ہمیں دیکھ کر کمرے میں بند ہو جاتی ہے ایسی لڑکی کو آپ بھو بنانا چاہتے ہیں۔“ وہ تو پھٹ ہی پڑا۔

”ال مینیر ڈے نہیں شاگ کی جہ سے ہوئی ہے اور تمہیں اس کی برین واشنگ کرنی ہوگی۔“

”ہاہ میں برین واشنگ سوری بابا مجھے ایسی لڑکی کو بیوی نہیں بنانا۔“ وہ سردی آہ میں گویا ہوا۔

”فیصلہ ہم کر چکے ہیں اور ہوگا بھی وہی۔“ بابا پلیز سوچیں تو۔“ وہ بکھر ہی گیا مگر بابا نے اسے خود اور چیخ کھڑکا کے کھڑے ہو گئے

عماد بھائی کو تو آریان پر ترس ہی آنے لگا۔
”پلیز امی پچھا جان کو بابا کو سمجھائیے جب وہ لڑکی ہمیں اپنا رشتہ دار ماننے کو تیار نہیں تو پھر یہ

رشتہ قبول کرے گی۔“ لہجہ رو ہانسا اور جھنجھلاہٹ سے بھرا تھا پچھا جان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

”دیکھو آریان عنمہ کو بس یہی غصہ ہے کہ اس کے باپ کو ہم نے گھر سے نکالا ہم جہ جانتے ہی ہو۔“

”لیکن پچھا جان یہ تو کوئی بات نہ ہوئی مجھے قربانی کا بکرا سمجھ لیں چاچو کو پسند ہے شادی کرنے پر گھر بدر کیا اور اب بابا پھر وہی غلطی دہرا رہے ہیں جبکہ اس میں دونوں پرسن کی رضامندی ہی شامل نہیں ہے۔“ وہ ان کی بات پر یکدم ہی بولا۔

امی اور چچی جان لب بھینچے ہوئے تھیں آج تک بھی کسی میں بابا کے حکم کے خلاف ورزی کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔
”بھائی صاحب بس اپنی غلطی کا مداوا کریں چاہتے ہیں۔“

”غلطی کا مداوا کرنے کے لئے اور بھی طریقے ہیں۔“ وہ تیز لہجہ میں بولا۔

”صابر اس سے کہہ دو اس کے باپ کا فیصلہ آخری ہوتا ہے اگر اس نے زیادہ بحث کی تو سوچ لے اپنا انجام۔“ عقب سے بابا کی لمبیر اور گرجدار آواز نے سب کو ہی سناکت کر دیا آریان تو بھانسی گیا۔

”جلدی فوزیہ سے کوئی تاریخ لیں مجھے اسی مہینے میں اس کی شادی کرنی ہے۔“

”کرتے رہیے شادی مجھے اس گھر میں ہی نہیں رہنا۔“ وہ جبر پٹختا ہوا ڈانٹنگ ہال سے نکلا تھا بابا کی کشمکشیں اور فہمائش نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا۔

”ایسی کوئی بھی حرکت کی ناپا دکھنا۔“ عافی کی کوئی گنجائش نہیں رکھو گا سوچ لو افسر کا انجام۔“ انہوں نے گویا وارننگ دی، آریان نے درزیدہ

نگاہوں سے بابا کے غصہ سے تنے چہرے کو دیکھا کتنے سخت تھے اپنے اصولوں کے بھی بھی وہ کسی کے جذبات کی قدر ہی نہیں کرتے تھے بچپن سے یہی احساس تو اسے اور دلاتا تھا کہ اس کے پیارے سے چاچو کو بابا نے بس اپنی پسند کردہ لڑکی سے شادی کرنے پر گھر سے نکالا تھا اور انجام کیا ہوا تھا چاچو اس گھر سے جا کے سکون سے ہی نہ رہے اور وہ دل کے عارضے میں مبتلا ہو گئے اپنے بھائیوں کی محبت میں۔

دو سال پہلے تو چاچو کا انتقال ہوا تھا فوزیہ چچی ایک دن ہر پھلی آئی تھیں معافیاں مانگنے لیکن جانے کیوں آریان کو ایسا لگا کہ بابا میں اب بھی چپک نہ آئی ہو۔

”بھائی صاحب اور بھابھی نے آریان کے لئے تمہارا رشتہ مانگا ہے اور میں باپ کر چکی ہوں۔“ فوزیہ نے اسے بتایا روئیاں پکائی ہوئی وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

”تمہارے بابا کی بھی خواہش تھی کہ ان کی بیٹیاں اپنوں میں جائیں۔“

”امی یہ میرے اپنے ہیں ایسے ہوتے ہیں۔“ روہی چھوڑ کے وہ گویا ہوئی۔

”جیسے بھی ہیں ان سے نہ تم انکاری ہو نہ میں۔“ وہ بدستور سنگ میں پڑے برتنوں کو دھونئی رہی تھیں۔

”لیکن مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔“

”کیوں نہیں کرتی ہے ایسی ہی زندگی گزارو گی۔“ انہیں عنمہ کی ضدی طبیعت سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی جو ہر وقت چڑچڑی سی رہتی تھی۔

”شادی کرتے آپ کو کچھ ملا تہائے آپ کے سارے اپنے دور ہو گئے پاپا کو کوئی خوشی نہ ملی میں کیسے کر لوں شادی۔“

”زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں

ہے۔“ وہ بات ہی ایسی کرتی تھی کہ فوزیہ بلا جواب ہو جاتی تھیں پھر کچھ بچپن سے ہی حساس تھی مونیا اور حمزہ پھر بھی اس کے مقابلے میں مختلف تھے۔

”آج سب آئیں گے تم ذرا ڈھنگ سے پیش آنا اور ہاں آریان سے بھی۔“

”ادھبہ مجھے کسی سے بھی ڈھنگ سے پیش نہیں آنا ان سب کو دیکھ کر میرا خون کھولتا ہے سارے میرے پاپا کے قاتل ہیں۔“

”عنمہ۔“ وہ چچی تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بچپن سے تیزی سے بھاگی اور کمرے میں بند ہو گئی جتنے وہ آنسو بہا سکتی تھی ساری تھی اسے امی بھی جانے کیوں غیر سے لگنے لگی تھیں ان چند ماہ میں گھر کا ماحول ہی بدل گیا تھا آئے دن تاپا ابو کے گھر سے آتا ہی رہتا تھا کوئی نہ کوئی اور وہ جلتی کر رہتی رہتی تھی۔

مونیا اور حمزہ کالج سے آگئے تھے فوزیہ نے زبردستی اسے بھی ڈانٹ کے کمرے سے نکالا مگر کھانا اس نے برائے نام کھایا شام میں مغرب کے بعد تاپا ابو کی پوری ٹیلی چلی آئی تھیں نیچے بھابھی نے تو عنمہ کے غصے کی بھی پروا نہ کی تھی اسے لاؤنج میں ہی سب کے درمیان لا کے بیٹھا دیا۔

”امی آپ عنمہ کو مٹھائی کھلائیے تاکہ آج سے یہ مکمل ہماری ہو جائے۔“ گلاب جاسن سے بھری پلیٹ سینٹرل ٹیبل سے اٹھائی کاٹنی لان کے کپڑوں میں وہ منہ پھلائے نگاہ جھکائے سب کے درمیان ہی بیٹھی تھی باری باری سب نے ہی مٹھائی کھائی بڑی تالی امی نے پلٹا کے پیار کیا۔
”فوزیہ کوئی تاریخ ہمیں جلدی دے دو۔“ عنمہ نے جیسے ہی سنا وہ نیچے بھابھی اور تانی امی کے درمیان سے اٹھی اور اندر چلی گئی کسی سے بھی اس کا نا گواری سے پر رویہ نہ تھی۔
”جیسے آپ نہیں۔“ زریہ مسکرائیں۔

مگر اندر وہ تو بچوں کا تاب کھا رہی تھی کوئی بھی اس کے جلنے کڑھنے کا نوٹس ہی نہیں لے رہا تھا۔ فافا کہہ اور فرفا اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔ فرفا نے تیوری چڑھا کے ناگوار سی نگاہ اٹھائی اور کھڑکی کا پردہ چھوڑ کے بیڈ تک آگئی مرونا بھی دونوں کو بیٹھنے کو نہ کہا۔

چھوٹا سا اس کا اور مونیہ کا مشترکہ بیڈ روم تھا۔ مریانے سائز کا بیڈ کھڑکی کے ساتھ ہی رانٹنگ بیل اور چیئر اور دروازہ کے ساتھ چھوٹی سی رینٹنگ ٹیبل جس پر اس کی کاسمیٹک کی چیزیں رہنے سے رہی تھیں۔

”عمہ بیڈ روم تو تم نے کافی اچھا بیکوریٹ کر رکھا ہے۔“
”پلیز اس وقت مجھے آپ لوگوں سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔“ ردھائی کی تو اس نے حد تک ردی گا بی کھڑا اور روکے اور سرخ ہی ہو گیا۔

”ارے ہمیں تو کرنی ہے نا۔“ فافا کہہ مسکرائی۔
”پھر اس کے بیڈ پر بیٹھ گئی عمہ نے دانت میسے بس ای کا خیال کر رہی تھی ورنہ ان سب کا ہاتھ بڑے گھر سے روانہ کر دے۔“

”عمہ آریان بھائی سے ملو گی۔“
”مجھے نہ تمہارے آریان بھائی سے ملنا ہے نہ تم میں سے کسی سے پلیز ناؤ یو کین گو۔“
”ہاں کی انکی اٹھا کے دروازے کی سمت اشارہ کیا فرفا کو کچھ اپنی تضحیک لگی وہ اسی وقت نکل گئی۔“
”فافا کہہ ہنوز وہیں جمی رہی۔“

”عمہ اتنا غصہ کم آن دیکھو تم ہم سب کتنا بار کرتے ہیں۔“

”لو نہہ پیار مجھے تم لوگوں کے پیار پر بالکل تیار نہیں ہے جو اپنے سگے خون سے منہ پھیر سکتا ہے تو ان سے پھر پیار محبت عجیب لگتا ہے۔“ اس نے تسخروئی اڑیا فافا کہہ نے افسردہ سی نگاہ اٹھائی۔

”دیکھو تاپا ابو خود شرمندہ ہیں۔“

”ان کے شرمندہ ہونے سے کیا میرے پایا واپس آسکتے ہیں۔“ وہ دھڑائی تاپا ابو کو دیکھ کر تو اس کے اندر شرار سے پھوٹنے لگتے تھے۔

”انہوں نے نیا بیٹرا نکالا ہے کہ اپنے صاحبزادے کے ذریعہ مجھ پر قبضہ کر لیں کان کھول کر سن لو اور بتا دو جا کے سب کو میں مر جاؤ گی لیکن شادی بھی نہیں کرو گی۔“ ایک ایک لفظ پر زور دیتی فافا کہہ کو وہ کاسمیٹک کی ترمیم آمیز ہی لگی جو اپنے لوگوں سے کتنا خائف ہوئی تھی۔

آریان کو جس کا ڈر تھا وہی ہوا عمہ نے صاف انکار کر دیا اور اسے یہ اپنی کھلی تضحیک ہی لگی نہ صرف ای کی بلکہ بابا کی بھی شان میں اس نے گستاخی کی تھی یہی بات اسے پیش وادار ہی تھی نا مگر میں اس سے نکل گیا کیونکہ توڑیہ چچی کان میں پچھرا رہیں وہ تین بجے تک ہی گھر آئی تھیں، اس وقت وہ اکیلی لے گی مونیہ اور حمزہ سے اسے کوئی جھگ نہ تھی، ڈور بتل پر اس نے ہاتھ رکھ دیا تھا چند لمحوں بعد گیت کھلا اٹھا وہ سر پر تولیہ لپیٹے پنک لان کے برنڈ ڈکڑوں میں سائیڈ پر ڈوپہ ڈالے کھڑی تھی مگر آریان کو دیکھ کر بولھا ہی گئی، دوپہ شانوں پر برابر کیا اور ناگوار سی کا بھی احساس دلایا آریان نے اس گلابی مکھڑے کو بس اچھتی نگاہوں سے دیکھا اسے کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر اندر آ گیا بلکہ پنٹ پر لائٹ لین کلر کی شرٹ میں سو براور ڈیسٹ لگ رہا تھا مگر چہرہ تپا ہوا تھا۔

”امی ابھی کالج سے نہیں آئی ہیں۔“ اس نے جھٹ بے مردنی سے کہا۔

”مجھے تم سے بات کرنی ہے۔“ وہ سیاٹ سے لہجے میں بولتا اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا تولیہ پھسل کر نیچے کارپٹ پر گرا تو وہ اٹھانے

جھکی بالوں کا آبشار نکھر گیا وہ جھینپ سی گئی بالوں کو سینا اور سر پر دوپہ اڑھ لیا۔

”کیوں انکار کیا ہے تم نے اس شادی سے۔“

”مرضی میری۔“ وہ پر اعتماد لہجے میں گویا ہوئی۔

آریان نے اس سر پھری لڑکی پر بس حیرت بھری نگاہ ڈالی جو نامحسوس انداز میں اس کے دل کے ایوانوں میں اترتی چلی گئی تھی دل اس سے دست بردار بھی نہیں ہونا چاہتا تھا۔

”تمہاری مرضی ایسے کیسے ہو گی مختصر مدد تم نے میرے گھر والوں کی بے عزتی کی ہے تم اتنی سی بات کے لئے میری عزت نفس بھروسہ نہیں کر سکتی ہو۔“ آنکھیں اس پر گاڑیں عمہ نے ایک لمحہ کو سراسیمگی سے اس کی جانب دیکھا۔

”مجھے حق حاصل ہے کہ اپنی مرضی سے اس رشتہ سے انکار کر سکتی ہوں۔“

”تو کان کھول کر سن لو عمہ افسر اگر تم نے اس شادی سے انکار کیا نا سوچ لینا میں کیا کر سکتا ہوں۔“ آریان نے اپنی اٹا کا مسئلہ بنالیا تھا وہ اس لڑکی کی تمام تر جذبوں سمیت جیت کے ہی رہے گا۔

”مسٹر آریان حسین میں مر جاؤ گی لیکن آپ سے شادی نہیں کرو گی۔“ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے ایک مضبوط اور مدلل لہجے میں اسے جتا رہی تھی اور آریان اس نرم و نازک سی لڑکی کے انداز پر تھیرتا ہوا ہنسنے لگا۔

”تم اب میرے لئے چینیج بن گئی ہو تمہیں میں جھکا کر رہی رہوں گا۔“

”میں عمہ افسر ہوں اتنی کمزور نہیں ہوں کہ تمہارے گھر کے بنائے ہوئے اصولوں سے نہ ٹکراؤں وہ پایا ہی تھے جو مقابلہ نہ کر سکے لیکن میں اپنے حق کے لئے آواز اٹھاؤ گی۔“ اس کی

آواز اور لہجہ کی مضبوطی ایسی تھی کہ آریان نے تسخروانہ نگاہ اٹھائی۔

”سنو اتنے بڑے دعویٰ نہ کرو کہ تمہیں ایک دن میرے ہی آگے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔“

”او نہہ دعویٰ میں نہیں آپ کر رہے ہیں۔“ وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑی تھی اسی وقت آریان نے اس کا بازو اپنے اسی شکلے میں جکڑا وہ جھٹکا لگنے اور درد کی شدت سے سی کراہ کے رہ گئی۔

”تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ راضی خوشی رضا مندی دے دو یہ نا ہو کہ شرمندگی سے نگاہ ہی نہ ملا پاؤ۔“ وہ پھر طنز میں ڈوبا گویا ہوا مگر عمہ کو آریان کی آنکھوں سے کچھ خوف ہی محسوس ہو رہا تھا کیونکہ وہ اتنا گہرا اور اٹل ارادوں کا لگ رہا تھا کہ اس کی روح کاتب گئی مگر خود کو کمزور بھی ظاہر نہیں کرنا تھا دانت پیٹنے کے اپنا بازو پھیر لیا اور اندر غائب ہو گئی تھی۔

دو تین دن سے وہ خاصا ڈسٹرب رہا تھا اسے تجسس بھی تھا کہ توڑیہ چچی نے کون سی تاریخ رکھی ہے لیکن اس میں پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی جو پہلے اس رشتے سے انکاری تھا اب وہ اس شدت سے چاہتا تھا کہ جلد از جلد یہ بندھن بندھے تاکہ عمہ کا سارا غرور اور بے نیازی کو وہ توڑے کب سے لاؤنج میں وہ صوفے پر نیم دراز فی وی کے چینلو پر چینلو بدل کے دیکھ رہا تھا دل اس کا نہیں نہیں لگ رہا تھا مگر پھر اس سے رہا نہ گیا تو بھابھی کو سخت طیب کر لیا وہ اریبہ کو سلانے کمرے میں لے جا رہی تھیں۔

”بھابھی ایک منٹ۔“ ریموٹ سے ٹی وی آف کیا اور سرعت کی تیزی سے ان تک پہنچ گیا۔ ”خیریت تو ہے آریان۔“ وہ اس کے بے چین انداز کو کشا کی نگاہوں سے دیکھنے لگیں جو فافا

کھر کے ملنے سے قیض شلوار میں الجھا بکھر لگا۔
"وہ فوزیہ چچی نے شادی کی کیا ڈیٹ دی ہے۔"

"اوہ تو یہ بے چینی ہے۔" وہ معنی خیزی سے مسکرائیں اور یہ ان کا ہاتھ چھڑا کے پھر فاکہ کے بیڈروم میں چلی گئی۔

"بھابھی پلیز ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ جھینپ گیا۔

"فوزیہ چچی کہہ رہی تھیں آج کل میں جتا دیں گی تم اطمینان رکھو۔"

"مجھے تو اطمینان ہے آپ کو اطمینان نہ ہوگا کیونکہ اتنی جلدی آپ کی تیاریاں کیسے ہوں گی۔" اس نے مذاق میں ہی بات اڑائی وہ ویسے بھی کچھ بنیدہ مزاج کا تھا شادی جیسے موضوع پر اکثر بات کرنا برا ہی لگتا تھا۔

"میری تو ہو جائیں گی تم کو ایک مہینے کے اندر شادی کرنے پر تیار ہو جاؤ گے۔" لہجہ ان کا شرارتی اور ذہنی تھا آریان نے سر جھکایا اور مسکرا دیا۔

"میں تو ایک مہینے کے اندر بھی کرنے کو تیار ہوں بشرطہ وہ آپ کی ہونے والی دیورانی صاحبہ رنگے سے نہ کھڑے کر سکیں تو۔"

"وہ تو اب بھی کر رہی ہے تم باخوبی جانتے ہی ہو۔"

"بے وقوف لڑکی عقل سے پیدل ایک انسان اپنے کیے کی معافی مانگ رہا ہے تو اب کیا ہنم سب سے ناک رٹاؤاے گی۔" آریان صدمہ میں ہی آگیا۔

"تم نے ذرا نرمی کا برتاؤ نہ کیا ہے اس کے سامنے ساری نفرت ختم کرنی ہے۔" بھابھی اس کے شانے پر ہلکی کے انداز میں ہاتھ رکھ کر گویا نہیں۔

"کیوں میں چنگیز کی فیملی سے ہوں کہ۔"

اسے نیزے کی نوک پر رکھو گنا۔" وہ طنز بھر سے لہجے میں خفگی سے بولا۔

"ارے لڑکے میں تو سمجھا رہی ہوں کیونکہ وہ ہم سے بہت بدظن ہے تم سے ہو سکتا ہے کہ محاذ آرائی پر اتر آئے۔"

"آریان حسین بھی ڈر پوک نہیں ہے کہ ان محترمہ کی محاذ آرائی سے ڈر جائے عقل ٹھکانے مجھے بھی لگانا آتی ہے۔" وہ گہری سوچ میں ڈوب کے بولا کیونکہ آگے کی پلاننگ تو اس نے کر ہی لی تھی بس عہدہ اس کے قبضے میں آجائے۔

"ابھی اگر بابا نے سن لیا کہ تمہارے ارادے یہ ہیں تو سوچ لو وہ کیا کر سکتے ہیں۔" وہ مسکرائی تھیں آریان بھی مبہم سے جسم کے ساتھ سر ہلا کے رہ گیا رات کے پونے بارہ بج چکے تھے سب ہی کمروں میں تھے وہ تو اپنی بے چینی دور کرنے کے لئے کمرے سے نکل آیا تھا لیکن اس کا دیکھنے کا ارادہ نہ تھا کیا اور اپنے کمرے کی راہ لی جیسے ہی اپنے وسیع و عریض بیڈ پر دراز ہوا ہنم سے وہ اکھڑ حسینہ چلی آئی جس پر وہ کچھ دنوں بعد مکمل استحقاق رکھ سکے گا۔

"محترمہ عہدہ افسر تم نے آریان حسین سے نگر لی ہے تمہاری بچت ناممکن ہے۔" خود ہی ہمکلام ہوا وہ اسے چاہنے لگا تھا اس کی ہر ایک ادا کو وہ اپنی نگاہوں میں سموئے ہوا تھا اس کے گیسوئے دراز خیزی پلکوں کی جھلجھلی سی آنکھوں پر سایہ قلم رقی تھیں اس کی چھپ ہی زالی تھی۔

ادھر اس نے اتنا دبا دبا چایا تھا کہ فوزیہ نے اچانک ہی ایسی غیر متوقع بات کہہ دی کہ وہ وحشت زدہ سی ساکت ہو کے انہیں دیکھتی رہی مونیانے تو رونما ہی شروع کر دیا۔

"اگر تم انکار کر رہی ہو اور ضد پر اڑی ہو تو۔"

مونیانے کے لئے میں بھائی صاحب سے اقرار کر رہی ہوں۔"

"امی امی یہ کیا کہہ رہی ہیں۔" مونیانے کو تو ایسا لگا کہ اس کا دل بند ہو گیا ہو اور اس کی آزادی سلب ہونے والی ہو۔

"تمہاری بہن کو یہی ضد ہے تو مجھے بھی ضد ہے میں زبان دے چکی ہوں میں اس گھر سے دوبارہ رشتہ نہیں توڑنا چاہتی ہوں۔" ان کا انداز بے گانہ اور سر ہاتھ عہدہ کو اپنی ماں آج اتنے فاصلے پر لگ رہی تھی کہ آج وہ دکھ دینے والے رشتے عزیز تھے جنہوں نے کل ان کے وجود کو قبول نہ کیا تھا۔

"امی انہوں نے آپ سے رشتہ جوڑا ہی کب تھا جو آپ توڑنا نہیں چاہتی ہیں۔" وہ رو دی مونیانے الگ سسکیاں پیتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی ای لو لگتا تھا کسی کو بھی نہیں سنے گی۔

"بھبھبھ یہ رشتہ منظور نہیں ہے تو میں ابھی فون پر بھابھی سے کہہ دیتی ہوں کہ مونیانے آپ کی سہوئے گی۔"

"امی پلیز سوچئے یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔"

وہ ان کے پیچھے چلی پھر اپنی معصوم اور چھوٹی بہن جس کے ابھی تو کھیلنے کے ہی دن تھے ایسی بڑی ذمہ داری نہیں وہ اپنی بہن پر یہ ظلم برداشت نہیں کر سکتی۔

"میں بالکل ٹھیک کر رہی ہوں تم ضد میں بیٹھی رہو۔"

"ٹھیک ہے اگر یہ قربانی دینی ہے تو میں ہی کیوں نہیں آپ مونیانے کی معصومیت پر رحم کریں۔" اس نے ہتھیار ہی ڈال دیئے اور یہ لمحہ اس کے لئے بہت بھاری تھا جب آریان حسین کے لئے رضا مندی دی جو اس پر ہنسنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔

"سوچ لو کہ تم یہ دل سے فیصلہ کر رہی ہو۔"

فوزیہ کو اس کی رضا مندی نے تقویت بخشی تھی پھر وہ اپنی بیٹیوں کو بہتر مستقبل دینا چاہتی تھیں پھر افسر حسین کی بھی تو یہی خواہش تھی۔

"جی سوچ لیا ہے مگر ابھی شادی نہیں صرف نکاح ہوگا۔" وہ ایسے کیسے آریان حسین کو خود پر تسلط جمانے دے وہ اسے اور اس کے گھر والوں کو زچ کرنا چاہتی تھی پایا کے سارے بدلے اٹارنے تھے۔

"ٹھیک ہے میں یہ بھی بات کر لوں گی لیکن آج کے بعد تم میری یہ بات غور سے سن لو اگر بھائی صاحب سے یا اس گھر کے کسی بھی فرد سے تم نے مس لی ہو کیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" وہ شہادت کی انگلی اٹھا کے وارن کر رہی تھیں اور عہدہ اندر ہی سلگ رہی تھی بیڈ کے سرے پر بیٹھ کے غصہ کی شدت سے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیا اس لمحے وہ کوئی بھی سچ بات نہ بولی تھی۔

فوزیہ نے فون کر کے رضا مندی دے دی تھی شام کو پھر وہ قافلہ چلا آیا تھا تائی امی نے تو چٹا چٹ اسے پیار کر ڈالا اور وہ ساکت ساٹ چہرہ کے ساتھ ان سب کے درمیان تھی بیٹھ بھابھی کی معنی خیز سرگوشیاں بھی اسے ہسانہ کی تھیں۔

"فوزیہ لیکن ہمیں تو ساتھ ہی رہتی بھی کرنی ہے۔" تائی امی نے اپنا عہدہ یہ ظاہر کیا مگر عہدہ کو تو گھبراہٹ ہی سوار ہوئی وہ ان سب کے درمیان سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"وہ بھابھی میں چاہ رہی تھی کہ عہدہ کچھ ریلیکس ہو جائے۔"

"ارے سب ہوتی رہے گی تمہارے بھائی صاحب کو جلدی ہے پھر آریان کا بھی شاید امریکہ کا نور ہے۔" انہیں خود عہدہ کو اپنے گھر لانے کی جلدی تھی اس لمحے فوزیہ کچھ تذبذب کا شکار ہو گئیں تھیں کہ کیا جواب دیں۔

آریان کو خبر ہوئی تو اس کے توبہ پر جاگلی وہ غمگین کھیل سمجھ رہا تھا کیونکہ اس نے پہنچ چوکیا تھا اور آریان اس کی جیت ہونے دے یہ بھی نہیں برداشت کر سکتا تھا وہ اپنے دماغ میں پلان ترتیب دے چکا تھا گھر میں اس کے نکاح کی تیاریاں ہو رہی تھیں صفحہ بھابھی اور فاکہہ زیادہ تر شاپنگ کر رہی تھیں بھی کچھ فوڈ بھی کچھ بھی ادھر ہی آ جاتی تھیں یہ بیس دن ایسے پر لگے اڑے کے نکاح کا دن آن پہنچا تھا، آریان کا دوست جو کہ گزشتہ دنوں ہی امریکہ سے آیا تھا اس کا زیادہ تر وقت اسی کی طرف گزر رہا تھا آریان کے سارے رازوں سے وہ واقف تھا اور اس کے پلان میں بھی شامل تھا۔

”سن یار تو نکل سے تو نہیں ڈر جائے گا۔“
 فواد نے اس پر پرفوم اسپرے کیا جو شیر وانی لکھاہ میں شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔

”یار اس بار تو نہیں ڈرونگ کیونکہ بات میرے چہنچ کی ہے۔“
 ”بس پھر بے فکر ہو اور نکل آج تو کسی سلطنت کا شہزادہ لگ رہا ہے جو اپنی شہزادی کو جنگ کے لے آئے گا۔“ فواد نے مفتی خیر سے مسکرا کے دیکھا آریان نے جھینپ کے مکہ اس کے دائیں کا ندھے پر رسید کیا، اسنے میں ابوی گرجدار آواز پر دونوں ہی چونک گئے بارانی سارے لان میں جمع تھے فواد کی ہمارا ہی میں وہ لاؤنج پھر بال کمر عبور کرتا ہوا لان میں ہی آ گیا سب کی ستاسی نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا، فواد نے وہنی آنکھ دبا کے اسی وقت بلیو ایئر اینڈری والے سوٹ میں بلیو جی سنور فاکہہ کو چڑایا۔

یہ رات ایک چھوٹے سے میرج لان میں پہنچی تھی فروا اور فاکہہ نے وہاں شامل ہو کے بارات کا استقبال کیا چند لمحوں بعد ہی نکاح جی ہو

گیا بلند ریڈ لہنگے میں وہ میک اپ اور طلائی جیولری میں ایک ماورائی مخلوق لگ رہی تھی آریان نے کن انھیوں سے کئی بار اس پر پیکی کے ہوش رہا حسن کو دیکھا مگر نگاہ پلٹنا نہیں چاہ رہی تھیں سب کی معنی خیز نگاہیں آریان پر تھیں ڈر شروع ہوا تو سب ہی مصروف ہو گئے مگر آریان نے ایک لقمہ تک نہ لیا تھا فوڈ یہ متوحش زدہ اس کی ضد پر حیران رہ گئیں کیونکہ جو بات اس نے کہی تھی وہ سب کو ہی ہلانے کو کافی تھی۔

”آریان کیا بک رہے ہو۔“ بابا کی گرجدار اور برہم آواز نے ایک لمحے کو اسے گڑبڑا دیا مگر اس وقت ڈرنے کا وقت نہیں تھا غمگین دل کی دھڑکن نے تیز رفتار کی حد کر دی وہ آریان کی اس ضد کو سمجھ رہی تھی دونوں ہی ہنوز اس پر ساتھ ہی براجمان تھے۔

”نکل ایسی کوئی برائی بھی نہیں ہے پھر دیکھئے اتنا لمبا عرصہ نکاح میرے خیال میں تو رخصتی کی رسم بھی آج ہی منائے۔“ فواد نے بھی ذرا ہمت کر کے آریان کی حمایت میں الفاظ ادا کیے پوری محفل میں ایک پھل چنگی تھی پھر بابا کا غصہ فوڈ پر چلی کی فکر مند کیونکہ انہیں غمگین غصے کا بھی پتہ تھا وہ کیا ری ایکٹ کر سکتی تھی مگر جب حماد بھائی اور پچا جان نے مل کر بابا کو سمجھایا پھر فوڈ پر پہنچی کو بھی ریلیکس کیا تو وہ کچھ مانتے ہی بنی تھی مگر غم تو اندر ہی اندر کھول رہی تھی آریان کی آج دوسری جیت بھی ہو گئی تھی کچھ ہی گھنٹوں میں رخصتی کا عمل بھی شروع ہو گیا آریان کے ہر انداز میں ایک غرور و تکبر اور جیت کا نشہ جھلک رہا تھا وہ خون کے آنسو روٹی رہی جنہیں وہ دشمن سمجھتی ہے انہی دشمنوں کے گھر کی مکین بننے جا رہی تھی، تالی امی جھوٹی تالی دونوں ہی اسے کئی بار ساتھ لگا کے پیار کر چکی تھیں۔

سوچ و غرض بیڈ پر وہ شعلہ بنی بیٹھی تھی رائٹنگ ٹیبل سائیڈ پر ٹرائی پر کپیوٹر اور سی ڈی پلیئر دروازے کے سائیڈ پر کمینٹ اور اس پر مختلف کتابوں کا ڈھیر جو ترتیب سے ہی رکھی تھیں بیڈ کی لیٹ سائیڈ پر کھڑکی جس پر دیہ پر دے والے نو وال کارپٹ کمرے کی سلیقہ مندی اور نفاست سے ہی اندازہ تھا کہ وہ ڈسپلن کا عادی ہے اسی وقت کھٹک کی آواز پر وہ دانت میسے لگی وہ بڑی آن بان کے ساتھ ہونٹوں پر شوح سی دھن بجاتا بیڈ کی پائنتی آگے کھڑا ہوا غم نے غوغا رنگا اٹھائی دل کر رہا تھا کہ آریان کا خون ہی کر دے۔

”اوہ ویری سیڈ دوسری بار بھی تمہاری نہ چل ہے نا عجیب بات۔“ وہ مسخراں انداز میں گویا ہوا غمگین کے تو اندر آگ لگی تھی اس شخص سے بولنے تک کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

”تم کیا سمجھتے ہو مجھے جیت لو گے۔“
 ”تمہارے تم نہیں آچے۔“ وہ طنز سے گویا ہوا اور نوکنا بھی ضروری سمجھا غم نے جزی ہو کے گرم گھونٹ بھرا مگر آریان کا لب و لہجہ تک مغرورانہ تھا وہ بازی مار کے اسے لایا تھا۔

”دیکھا میں نے کہا تھا نا چہنچ ہے جو میں تمہیں جھکا کے رہونگ۔“ وہ اس کے ملکوتی حسن کے سچ و خم میں کچھ الجھا جو آج سارے ہی ہتھیاروں سے لیس اس کے دل پر بجلیاں ہی گرا رہی تھی۔

”لیکن میرا دل جیتنا بہت مشکل ہے یہ آپ یاد رکھیے گا آپ سب میرے لئے شروع سے ہی ناپسندیدہ ہیں۔“ لہجہ میں حقارت اور ناگواری پنہاں تھی آریان نے تاسف بھری نگاہوں سے اس خوبصورت پری کو دیکھا جس کا دل کتنا پرانگندہ ہو گیا تھا۔

”سوچ لو بہت بڑی بات کہہ رہی ہو اگر کبھی الٹا نہیں مجھے جیتنا پڑ گیا تو کیا کروگی۔“

آریان نے لہجے میں لطیف سی محبت کا رچا و سمو کے غمور نگاہوں سے اس کی جیتی لال آنکھوں میں دیکھا جو وحشت سے کھلی ہوئی تھیں۔

”آپ کو جیتنا اونہہ ہر بار جیت آپ کی نہیں ہوگی اور سن لیں کان کھول کے آپ سب میرے پایا کے قائل ہیں اور میں آپ سب سے کوئی رشتہ نہیں جوڑ سکتی انڈر اسٹینڈ۔“ زہر خند لہجہ کو مضبوط بنا کے گویا ہوئی۔

”یہ تمہاری سوچ غلط ہے چاچو کے ساتھ برا ہوا یہ ہم سب مانتے ہیں لیکن یہ مت بھولو کہ سکون سے ہم سب بھی نہیں رہے ہیں۔“ وہ تو مانتے کو تیار ہی نہیں تھی۔

”اچھا اتنی رات کو میرا دماغ خراب نہیں کرو چہنچ کرو۔“ فوراً ہی وہ موضوع ہی بدل گیا کیونکہ چاچو کا ذکر اسے بھی تکلیف ہی دیتا تھا، کئی مشکلوں سے اس نے ہی تو چاچو کا پتہ لگایا تھا مگر جب ملے بھی تو وہ اس دنیا سے جا چکے تھے کتنا رویا تھا وہ مضبوط اور توانا مرد پہلی بار کھڑ گیا تھا پھر بابا کو لے کر گیا تھا وہاں، کئی اچھی ہیں فوڈ پر چلی اور یہ غمگین آخر اتنی زہریلی کیوں ہو گئی ہے اول روز سے ہی یہ ناراض لڑکی اس کے دل میں اتر گئی تھی۔

”اگر تمہیں کچھ کھانا ہو تو میں کھانے کو منگواؤں۔“ وہ واش روم سے چہنچ کر کے نکلی تھی پنک کاٹن کے سادے سے کپڑوں میں وہ کچی سنوری سی اس سے نگاہ تک نہیں ملا رہی تھی۔

”زہر ہو تو وہ لا دیں۔“ ترخ کے گویا ہوئیں۔

”جن کے اندر اتنا زہر ہو انہیں مزید زہر کی ضرورت نہیں ہوئی۔“ طنز سے کہتا وہ سخت کبیدی اور جھٹلاہٹ کا اظہار کرتا کمرے سے ہی نکل گیا، غمگین منہ ہی منہ میں بد بدالی رہی تھی جگہ پر تو

اسے نیند آنا بھی مشکل تھی۔

دو دن بعد آریان نے ایک شاندار سا ولیہ سب کو ہوٹل میں دیا وہ سب سے جیت کے نشے میں مبارک بادیں وصول کر رہا تھا اور وہ جلتی کھلتی اس کی خوشی کو دیکھ رہی تھی سب ہی اس سے اتنی محبت کر رہے تھے جبکہ وہ سب سے ہی ناگواری کا مظاہرہ کر رہی تھی جیسے کسی کو اس کے اکڑا سر دروہ کی پرواہ ہی نہ تھی وہ عجیب سب کے خوش باش چہرے دیکھ کر اکتاہٹ محسوس کر رہی تھی اور دعوتیں سب گزرتی تھیں مگر اس کے رویہ میں ذرا لچک نہ آتی تھی گھنٹوں کمرے میں بند رہتی آریان سے بات کرنا اپنی تھکی لگتی اور گھر کے کاموں سے کوئی سروکار نہ تھا اور نہ ہی کوئی اس سے کچھ کہتا تھا۔

”اونہ سارے ڈرامے باز لوگ ہیں پہلے بابا کو گھر سے نکال دیا اور اب اپنے ضمیر کا بوجھ کم کرنے کے لئے ہم پر عنایتیں شروع کر دی ہیں اونہ۔“ وہ مسلسل کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی وہ آریان سے شکست نہیں کھائے گی اسے برا کر ہی چھوڑے گی۔

”تم اب ایک ماہ پرانی دلہن ہو گئی ہو ہاتھوں سے مہندی چھٹی چھٹ گئی ہے بہت تمہاری مہمان نوازی بھی ہو گئی ہے کچھ ہاتھ بتر بھی ہلا لو۔“ وہ سیدھا اپنے کمرے میں ہی آیا تھا کیونکہ کچن میں بیٹھ بھائی اور فاکہ کو لگے دیکھ چکا تھا عمنہ نے اپنے چہرے پر اس کی تنقیدی نگاہیں محسوس کی تو تنگ کے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی وہ اس کے صبیح چہرے کی معصومیت اور ملاحیت پر حیران ہوتا تھا کہ وہ اندر سے کتنی کڑوی تھی۔

”میں نے آپ سب کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا کہ اتنے لوگوں کے لئے کام کروں۔“ لہجے میں

طنز کی آمیزش سمو کے گویا ہوئی۔
”انہوں نے بھی تمہارا ٹھیکہ نہیں لے رکھا کہ تمہارے آگے انواع و اقسام کے کھانے سجاوٹیں۔“ وہ بھی لاجواب کرنے میں ماہر تھا عمنہ نے خفیف سی ہوکرا سے دیکھا۔
”جاؤ جاؤ لے کے آؤ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔“ ایک دم ہی آریان نے لہجے نرم بنایا اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے آنکھوں کو دبایا دن بھر کی میننگ نے بہت تھکا دیا تھا۔

”سنوڈرامسکرا کے بنا کے لانا۔“ پیچھے سے شوخ سی بانگ لگائی۔

وہ اپنا آچل شانوں پر برابر کرتی پہلی بار اس کے لئے کچھ لینے جا رہی تھی وہ بھی مجبوری میں سب کا سامنا کرنا بھی اسے عجیب جھک سی محسوس ہو رہی تھی۔

”ارے عمنہ بیٹی آؤ بھی ہمارے پاس بیٹھو۔“ بابا بوقا اسے دیکھ کر غار بن گئے کیونکہ وہ انہیں یوں پہلی بار نظر آئی تھی اس کے کوریڈور میں اچھے قدم رک گئے جانے کیوں تیا ابو کی محبت تک اسے بناوٹ لگتی اندر تک ناگواری کی لہر دوڑ گئی تھی۔

”سوری مجھے کچھ کام ہے۔“ وہ ان کے برشفقت اور شہد آگئیں لہجہ کو فہمائی انداز میں ہی دیکھنے لگی جبکہ بابا لب بلیج کے رہ گئے مگر آریان کی عقائی نگاہیں عمنہ کی پشت پر تھیں اسے بابا کی تھکی تو کسی طور گوارا ہی نہیں تھی۔

”عمنہ تم نے سنا نہیں بابا نے کچھ کہا ہے۔“ وہ حلق کے بل چیخا تھا اور وہ آچل ہی گئی بابا کے بس لب بلیج تھے کیونکہ آریان کا برہم انداز انہوں نے خود پہلی بار دیکھا۔

”آریان ذرا تمیز سے۔“ الٹا بابا اسے سرزنش کرنے لگے۔

”واٹ بابا آپ مجھے کہہ رہے ہیں ان محترمہ کا انداز دیکھا کیسے بی ہو کر رہی ہے یہ آپ سے۔“

”اگر برداشت نہیں ہو رہا تو چلی جاتی ہوں۔“ جانے کیوں عمنہ کو ان دونوں کو اس لمحے زچ کر کے دلی تسکین ہی ہوئی وہ جوانی کا وہانی کے لئے آگے ہی بڑھا مگر امی اور بابا کی تسکین نگاہوں نے اسے روک دیا اور وہ تعلقاتی ہوئی واپس بیڈروم میں چلی گئی۔

”امی آپ اسے ہر کام کے لئے کہیے تاکہ اسے ذمہ داری کا احساس ہو۔“ دوسرے دن اس نے کہہ دیا کیونکہ کب سے وہ عمنہ کا لاپرواہ انداز برداشت ہی کر رہا تھا۔

”ارے بیٹی ابھی نے ماحول میں آئی ہے خود احساس ہو گا نئے نئے دن ہیں۔“ وہ تو جیسے عمنہ کی کوئی بھی بات سنجیدگی سے نہ لینے کا تہیہ کر رہی تھی۔

”امی وہ بچی نہیں ہے اس گھر کی بہو ہے نیچہ بھا بھی کو دیکھیں کیسے بھائی جان کے تمام کام کرتی ہیں۔“ وہ سیدھا آؤس سے ان کے کمرے میں ہی چلا آیا تھا کیونکہ بیٹھ بھا بھی اور فاکہ کو پھر کچن میں لگے دیکھا تو اس کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔

”سب کر لے گی تمہیں فواد کی طرف جانا تھا جاؤ وہ تیاری کر کے بیٹھی ہوگی۔“ انہوں نے جیسے موضوع ہی بدلا جبکہ آریان کو عمنہ کی حمایت تھکتی ہی تھی وہ پھر خود ہی کچھ سوچتا ہوا اپنے بیڈروم میں آ گیا دیکھا تو وہ اطمینان سے بیڈ پر لیٹی کسی میگزین کی ورق گردانی میں منہمک تھی تیار تو وہ نہ تھی جبکہ امی تو کہہ رہی تھیں وہ تیاری کر کے بیٹھی ہے۔

”میں نے فون پر تمہیں کچھ کہا تھا۔“

موبائل اور والٹ بند پر ڈالا، تیکھی نگاہ سے عمنہ نے اس کے برہم چہرے کو دیکھا مگر ہنوز اطمینان ہی چھلک رہا تھا آریان کو اس کی یہی لاپرواہی اور بھڑکائی تھی۔

”تیار کیوں نہیں ہوئیں۔“
”میرا ایسا کوئی بھی موڈ نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ کہیں آؤں اور جاؤں۔“ میگزین تکیہ پر رکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”مجھے بھی ایسا کوئی شوق نہیں ہے لیکن اس نے بہت اصرار سے کہا ہے اور پھر ہماری فاکہ سے اس کی بات بھی ملے ہونے والی ہے۔“

”تو جاپیے رشتہ داری نبھائیے مجھے آپ لوگوں کی طرح ڈرامہ بازیاں نہیں آتی ہیں۔“ لہجہ میں طنز اور ہانت ہی تھی آریان نے شعلہ فشار نگاہوں سے اس کا سراپا دانت پیس کے دیکھا جو اسے اہمیت ہی نہیں دے رہی تھی اسی وقت مڑا اور عمنہ کا بازو اپنی فواد کی انگلیوں میں جکڑا تو وہ جھٹکے سے اس کے حصار میں ہی آ گئی، آریان سخت رویہ اس سے روا رکھنا نہیں چاہتا تھا۔

”آئندہ ذرا سنبھال کے لفظ ادا کرنا اور سوچ سمجھ کے مجھے تمہاری طرح بدتمیزی نہیں آتی ہے۔“ اپنی گرم گرم سانسیں اس کے سرخ دیکھتے رخسار پر چھوڑیں تو وہ ساری جان سے لرز گئی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی اسی وقت آریان نے خود سے جدا کیا۔

”اگر تمہارا موڈ نہیں ہے تو نہ جاؤ۔“ وہ بھی اطمینان ظاہر کرتا واپس روم میں گھس گیا مگر عمنہ کو اس کا ٹھنڈا پڑ جانا اور ہی ٹک جانے پر مجبور کر گیا تھا ورنہ تو وہ سوچ رہی تھی آج کے بعد شاید وہ ہمیشہ کے لئے اسے گھر سے ہی نکال دے گا کم از کم چھ کار تو ملے گا۔

”میرے کپڑے پر لیس کر دو میں جا رہا ہوں۔“ وہ کچھ ہی محول میں پھر اس کے سامنے تھا

عممہ نے چونک کے سر اٹھایا۔
”میں نے کبھی جیکس کپڑے پر پس نہیں کی ہے۔“ جبکہ بابا کے تو کپڑے وہی پر پس کرتی تھی البتہ حمزہ خود کر لیتا تھا۔

”چلو کم آن آج سے شروع کر دو جب تک میں باتھ لے لوں۔“ وارڈ روب سے مسٹر ڈیوینٹ اور آف وائٹ شرٹ اس پر اچھال کے داس روم میں گھس گیا عممہ سر تا پا سلگ گئی وہ جتنا اسے زنج کرنے کے بہانے تلاشتی تھی مگر وہ ہر بار اسے وارننگ کے انداز میں چھوڑ دیتا تھا نہ وہ گھر کے ہی کسی فرد کو خاطر میں لاتی تھی مگر فاکہہ، فرو اور فائق تو زبردستی اپنی محفل میں اسے شامل کر لیتے تھے۔

وہ کئی دنوں سے گھر جانا چاہتی تھی امی کا فون تو آتا ہی رہتا تھا مگر وہ اس شخص زدہ ماحول سے نکل کے جانا چاہتی تھی صبح سے طبیعت بوجھل ہو رہی تھی دل زیادہ گھبرا رہا تو وہ نیچے آگئی دیکھا تو ایک محفل ہی جی ہوئی تھی کیونکہ تیا ابو کی کچھ دنوں سے طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو ملنے جلنے والے آتے رہتے تھے۔

”ارے ہماری بیٹی آئی ہے آؤ عممہ۔“ بابا ہمیشہ اسے دیکھ کر کھل جاتے تھے کیونکہ انہیں اپنے بھائی کا گس ہی لگتی تھی عممہ جھجک کے کچھ رک، آریان نے اسے تنقیدی نگاہوں سے دیکھا جو بیک کاشن کے پرندہ ڈھری پیس سوٹ میں اپنے ٹکڑی حسن کے ساتھ ہمیشہ اسے زیر کرتی ہی نظر آتی تھی اس نورانی اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

”ارے عممہ آؤ دیکھو فواد کے گھر سے فاکہہ کے لئے ختے آئے ہیں اس کی امی لائی تھیں۔“ عممہ بھابھی نیبل پر رکے شارز کھول کے چیزیں دیکھانے لگیں وہ مجبوراً بیٹھ گئے دیکھنے لگی

کچھ ہی دیر بعد وہ اس احوال سے گھبراہٹ محسوس کرنے لگی تو اٹھ گئی۔

”ارے بیٹا بیٹو تو تم تو اب تک ہمیں غیر ہی سمجھتی ہو۔“

”ظاہر ہے آپ غیر ہی ہیں؟“ سب کی استفہامیہ انداز میں اسے درشت لہجے پر غور کیا۔
”عممہ خبردار جو تم نے بابا سے خستائی کی تو۔“ آریان تو ہتھے سے اٹھ گیا حماد بھائی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے کول کیا۔

”میں تو ایسی ہی کرو گی اگر برداشت نہیں ہوتا تو چھوڑ آؤں۔“ اتنے اطمینان سے وہ جملے ادا کر رہی تھی۔

”ارے یہ میرا ظرف ہے جو میں آپ سب کو برداشت کر رہی ہوں میرے بابا کو آپ سب نے مارا ہے اب رشتہ نبھانے بار آگئے سب کو۔“ کتنا ہر بھرا تھا اس نازک لڑکی کے دل میں بابا نے در زدہ نگاہ سے دیکھا اور لڑکھڑاسے گئے اگر فائق کی نگاہ نہ پڑتی تو وہ ضرور گر جاتے۔
”بابا..... بابا۔“ آریان تو گھبرا گیا۔

سب ہی ان کے گرد جمع ہو گئے عممہ متوحش زدہ سی ہو گئی وہ تو غصہ میں یہ تک بھول گئی تھی کہ بابا کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی۔

”تم..... تم..... تمہاری تو ایسی کی تھیں۔“ آریان پر تو خون ہی سوار ہو گیا عممہ کا بازو پکڑا اور تیزی سے باہر جانے لگا مگر چچا جان نے روک لیا۔

”چھوڑو اسے کیا کر رہے ہو۔“

”چچا جان بہت برداشت کر لیا ہے ہم سب نے یہ کیا سمجھتی ہے کہ بابا کی محبت اور ہماری محبت ڈرامہ ہے۔“

”آریان چھوڑو اس کا بازو۔“ نیف سی آواز میں بابا نے یکراں کہا، وہ انہیں دیکھنے لگا فائق نورانی ڈاکٹر کو لے آیا تھا۔

”بابا آپ۔“ وہ غم زدہ سا ہورہا تھا بابا کی حالت پر۔

”دکس۔“ چچا جان نے ڈاکٹر کی موجودگی کا احساس دلایا تو آریان کو لب بھینچنے پڑے عممہ مجرموں کی طرح ایک کونے میں کھڑی ہو گئی سب ہی فکر زدہ سے بابا کے ارد گرد تھے، لمحوں میں خوشگوار سا ماحول وحشت زدہ سا لگنے لگا بابا کو ان کے کمرے میں حماد بھائی اور آریان ہی لے کے گئے تھے، ڈاکٹر نے بلڈ پریشر کی وجہ سے طبیعت بگڑنے کا جواز بتایا تھا دل کی تکلف تو انہیں رہتی ہی تھی، وہ رات آریان بابا کے کمرے میں ہی رہا، عممہ کو اب کسی مل قرار نہیں آ رہا تھا کیونکہ کسی نے بھی اس سے کوئی بھی اب تک تلخ بات نہ کی تھی، وہ ان سب کے اتنے نرم رویہ پر خیر میں مبتلا تھی آریان نے اس کا سامنا ابھی تک نہ ہوا تھا۔

دوسرے دن عممہ نے ہی گھر فون کر کے بابا کی طبیعت کا بتایا تو امی مونیا اور حمزہ کے ساتھ چلی آئی تھیں، عممہ سب کے درمیان چپ چاپ سی ہی تھی آریان کی سکیٹی اور گہری طنز یہ نگاہیں اس کی پیشانی عرق آلود کر رہی تھی رات کو کھانے کے بعد ہی بابا نے انہیں جانے دیا تھا عممہ کچن میں تھی اور یہ تھیں ان کن تبدیلی عجیب بھابھی اور فاکہہ کو چونکا گئی تھی۔

”باقی کام میں کر لو گی عممہ تم صبح سے لگی ہو جاؤ کمرے میں۔“ تاتی امی اسے ڈھونڈتی ہوئی کچن میں ہی آ گئیں۔

”جی بس یہ برتن کیٹ میں لگانے ہیں۔“ وہ اب انہیں کیسے بتاتی کہ آریان کا سامنا ہی تو کرنے کی ہمت نہیں تھی خود کو ندامت کی عمیق گہرائیوں گرتا محسوس کیا۔

”میں لگا لو گی تم جاؤ۔“ فاکہہ نے اسے زبردستی بٹایا وہ بھی ان سب کو کن انکھیوں سے

دیکھتی ہوئی باہر آگئی قدم اس کے من من بھر کے ہورہے تھے کل سے جو شرمندگی اس پر سوار تھی وہ کسی سے آنکھ بھی نہیں ملایا رہی تھی نہ ہی کسی نے اسے بابا کی خرابی طبیعت کا الزام اس پر لگایا۔

کتنا وہ سب کو غلط ہی سمجھتی آ رہی تھی بابا کی موت کا ذمہ دار وہ انہیں بٹھراتی تھی جبکہ وہ تو اسے کچھ نہ کہتے تھے انسا سب نے محبت ہی دی تھی اور پھر جہاں محبت و پیار ہو تو نفرت خود بخود اپنے گھٹنے ٹیک دیتی ہے یہی عممہ کے ساتھ ہوا تھا جاتے وقت امی کی نصیحتیں کہ بابا کو وہ کوئی دکھ نہ دے وہ پہلے ہی اپنے بھائی کے غم میں دل کے مریض ہو گئے ہیں۔

کمرے میں قدم رکھا تو دیکھا وہ بیڈ پر لیٹا تھا اور موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا عممہ نے خفیف سی ہو کے لب بھینچ لئے وہ جب تک بات کر رہا وہ کراہتی رہی صبح سے وہ آئی بھی تو نہیں تھی جو ڈسٹنگ وغیرہ کرنی آریان کے میلے کپڑے ڈریسنگ روم میں رکھے کھڑکیوں کے پردے برابر کئے اور پھر وہ اسے منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگی کہ شاید کوئی لفظ ہی وہ ادا کرے اور اسے بے تھق سنائے۔

”آئی ایم سوری۔“ عممہ نے ڈرتے ڈرتے لب کشائی کی، آریان نے ایسے چونک کر دیکھا کہ جیسے اس کی سماعتوں نے کچھ غلط ہی سن لیا ہو وہ اپنے نرم و نازک ہاتھوں کی موسیٰ مژدلی انگلیوں کو موروٹی ہوئی بیڈ کے سرے پر بیٹھ چکی تھی۔

”دکس لئے۔“ وہ انجان بنا۔
”وہ میں کل بابا سے بدتمیزی کر گئی تھی پھر ان کی طبیعت میری وجہ سے خراب ہوئی۔“ وہ خود کو ندامت کی عمیق گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔
”نہ تمہاری سوری کی مجھے ضرورت ہے نہ

ہی میں یا اس گھر کا فرد ایسا ہے کہ بابا کی طبیعت خراب ہونے کا قصور وار نہیں ٹھہرا میں کیونکہ جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے کوئی کسی کی وجہ سے نہ بیمار ہوتا ہے اور نہ دنیا سے جاتا ہے۔" اتنا کھلا اور گہرا طنز عنیمہ کو تو پسینے پسینے کر گیا جبکہ وہ تو شروع سے پاپا کا قصور وار ان سب کو ٹھہراتی ہے۔

"میں تو بس۔" وہ شرمندہ سے منمنائی۔

"بس کرو مزید کوئی صفائی نہیں دو مجھے سونا ہے ڈبھروں کا کام ہیں صبح، تمہاری طرح آرام طلب نہیں ہوں۔" پھر کٹیا لہجہ اور طنز جانے کیوں اس لمحے آریان کا لب ولہجہ اور انداز عنیمہ کو رلانے ہی لگا ورنہ کل تک تو وہ ایسی نہ تھی پھر یہ لمحوں میں کیا ہوا تھا کہ اس کا طنز سارا نہیں دب گیا تھا جو نفرت کی آگ تھی وہ سب جیسے سرد پڑ گئی تھی وہ خود حیران تھی اپنی تبدیلی پر کہ یہ اسے کیا ہو گیا۔

عنیمہ نے اگلے دن سب سے پہلے بابا سے معافی مانگی اور پھر گھر کے تمام ہی افراد سے سب نے خوشدلی سے اسے گلے ہی لگا لیا تھا اتنے پیارے رشتوں سے یہ منہ موڑے ہوئے تھی ساری بدگمانی دور ہو گئی تھی کیونکہ قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا تھا۔

"تایا ابو آپ نے مجھے معاف کر دیا نا۔" چاہیے کیوں وہ اب تک بے یقینی کی ہی کیفیت میں تھی بابا نے اس کا ہاتھ دبا کے یقین ہی دلایا۔ پتہ ہے بالکل تم عادت و مزاج میں افسر کی طرح ہو وہ بھی ہر بات پر ایسے ہی بولتا تھا، انہیں اپنا چھوٹا بھائی یاد آتا تو دل میں ہوک سی ہی آتی انہیں گھر سے تو نکال دیا تھا مگر ان کا دل ویران ہو گیا تھا جسے اپنی اولاد کی طرح ہی تو پالا تھا۔"

"بابا آپ سب کی باتیں کرتے تھے۔" عنیمہ نے افسردگی سے بتایا۔

"مجھے پتہ ہے سب سے زیادہ آریان کی ہی کرتا ہوگا۔" آریان اسی وقت ان کے کمرے میں آیا تھا ان کی خیریت پوچھنے مگر وہاں وہ ان کے قریب ہی بیٹھی تھی کچھ نزوں بھی ہوئی مگر وہ پر اعتماد سے انداز میں بابا کی ہی ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔

"یہ بچپن میں یہ افسر کا بہت دیوانہ تھا۔" بابا آپ نے دوائی وغیرہ لی۔" وہ اپنا موضوع بدلنے کو ہی گویا ہوا۔

"دوائی وغیرہ میری بیٹی پابندی سے دے رہی ہے۔"

"خیرت ہے بابا کل تک لوگ نفرت کرتے تھے اور آج وہ سب ان کی نفرت چلی کہاں گئی۔"

"آریان سوچ کر لفظ ادا کرو۔" بابا کو آریان کی بات ناگوار گزری تو سرزنش کے بیانہ رہ گئے۔

"جو بچے وہ کہہ رہا ہوں۔" نگاہ خجل ہوئی عنیمہ پر نکالی جو یو کاشن کے برینڈڈ کپڑوں میں لب کاٹتی جھٹکتے سے ہی بیڈ سے اٹھتی تھی۔

"اس نے معافی مانگ لی ہے ایک نادانی میں حرکت کرتی چلی آرہی تھی اسے احساس ہو گیا ہے۔" بابا کو عنیمہ کی حالت کا اندازہ ہو رہا تھا جو نگاہیں جھکائے لب پھل رہی تھی۔

"نادانی میں یہ نادانی نہیں بے وقوفی تھی۔" تیز لہجہ میں گویا ہوا، اسی وقت وہ اپنی تصحیک پر آنکھوں میں نمی لئے تیزی سے کمرے سے ہی نکل گئی اندر آتی تائی امی کی فہمائشی نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا مگر اندر جب آریان کو دیکھا تو سمجھ گئی کیونکہ آریان کا سر دروئے عنیمہ کے ساتھ وہ نوٹ کر چکی تھیں اتنے میں آریان بھی کمرے سے نکل گیا۔

"اونہہ کتنا افسوس ہو رہا ہے نا تمہیں احساس کرو ایسے ہی تم نے ہم سب کا دل دکھایا ہے کچھ تو خراج وصول کرونگا کیا ہوتی ہے نفرت تمہیں بھی اندازہ ہو۔" وہ مسلسل عنیمہ کو ہی سوچ رہا تھا جو ابھی تک کمرے میں نہیں آئی تھی۔

"عنیمہ کہاں ہے؟" یکدم ہی سوچوں سے باہر نکلا تو وہ زیر لب بڑبڑایا فکر مند ہوتا وہ اپنے کمرے سے اس کی تلاش میں نکلا ڈرائنگ روم ہال کمرہ اسٹڈی روم ہر جگہ تلاش کر لیا مگر وہ کہیں نظر نہ آئی۔

"آخر یہ محترمہ گئی تو کہاں گئی۔" دونوں ہاتھ پشت پر رکھے وہ خود سے ہمکام کوریڈور میں کھڑا تھا وہ گلاس ڈور کھول کے لان میں آیا دیکھا تو وہ پوریج کی سیڑھیوں پر بیٹھی سوس سوس کر رہی تھی۔

"ہوں تو محترمہ یہاں ہیں۔" وہ تیز لہجے میں گویا ہو عنیمہ اچھل بیٹی مگر جب اسے دیکھا تو نخوت سے منہ ہی گھمالیا۔

"یہ اس وقت ادھر بیٹھنے کا کون سا نام ہے۔" آریان کا انداز طنزیہ اور فہمائشی ہی تھا۔

"کیوں ادھر بھی بیٹھنے پر نام ہوتے ہیں۔" وہ تنک ہی ٹی اندر گئی سکی گر چکا تھا وہ اس کی محبت کو دیکھا وہی سمجھ رہا تھا ظاہر ہے کل تک وہ ان سب کے خلوص کو بے نوا بی جھکتی تھی اور آج اس کے ساتھ بھی وہی کر رہا تھا آریان کی اتنی کھلی تصحیک دل کو چیر ہی گئی جو اس کا سب کچھ تھا وہ اسے کیسے جلا رہا تھا۔

"یہ جو تم احتجاج میں ادھر بیٹھی ہو کہ میں تمہیں منالونگا یہ بھول کے بھی مت سوچنا۔" مجھے آپ سے توقع بھی نہیں ہے اور نہ ہی میری ایسی خواہش ہے کہ مجھے منائے لیکن مجھے جن لوگوں کو منانا تھا منالیا ہے آپ کی مجھے ایسی

خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔" وہ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر اس کے قریب سے تن فٹن کرتی گزرتی آریان کو اس کے جلنے کڑھنے پر مزا آ رہا تھا وہ بھی اس کی تقلید میں اندر آ گیا تھا۔

عنیمہ کمرے کی لائٹ آف کئے بیڈ پر کروٹ لئے لیٹی تھی اس نے ٹائٹ بلب کی ٹمکنی روشنی میں اس کی پشت دیکھی۔

"جب میری ضرورت نہیں ہے تو مجھے بھی ضرورت نہیں ہے تمہاری سناٹم نے۔" وہ بھی جلتی برتیل کا کام کر کے اس کے قریب ہی دراز ہو چکا تھا عنیمہ نے بھٹکا کے تکیہ اٹھایا اور کمرے سے ہی نکل گئی۔

"اونہہ سارے گھر والوں کو منالیا اگر نہیں منایا تو مجھے، النامہ غصہ دیکھا رہی ہیں میں بھی آریان حسین ہوں تمہیں بھی میں نے نا مجبور کر دیا ہو۔" وہ بھی پوری رات بے چین ہی رہا تھا جس کی وجہ سے صبح وہ دیر تک پڑا سوتا رہا مگر فردا کے زور دار دروازے پر دستک دینے پر وہ اٹھا تھا۔

"آریان بھائی جلدی آئیے تایا ابو آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"بابا! ایک تو آنکھیں بمشکل کھول پایا تھا پھر اس پر مستزاد کے بابا نے اسے طلب کر لیا تھا کلاک پر دیکھا تو نو بج رہے تھے۔

"اودہ دیر ہو گئی تم چلو میں آتا ہوں۔" فوراً ہی وہ تیاری میں لگ گیا عنیمہ نے ایک بار بھی اندر آ کے نہیں جھانکا تھا وہ سمجھ گیا تھا قارات کا غصہ ہنوز سوار ہے وہ تیار ہو کے کمرے سے نکلا بابا کے سامنے اس کی بیٹی ہو گئی سب ہی بڑے وہاں موجود تھے۔

"کیا بکواس کی ہے تم نے اس سے۔" بابا کڑے تیوروں سے اسے ٹھوکر رہے تھے عنیمہ سر جھکا کے امی کے ساتھ ہی بیٹھی تھی سب کی

بہر دریاں حاصل کیے۔
”بابا میں نے.....“ وہ تو بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا۔

”عصمہ کو تم نے دانٹا ہے نا۔“ وہ پھر گرے۔
”بابا میں نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے۔“ وہ روہانہ ہو گیا۔

”یہاں سے اپنی شکل لے کے گم ہو جاؤ اگر تمہیں بیوی کی ضرورت نہیں ہے تو نہ ہو عصمہ اب تمہاری پابند نہیں ہے۔“ انہوں نے ساتھ ہی اس پر یہ واضح بھی کر دیا آریان کو اس وقت عصمہ پر اتنا غصہ تھا کہ دل کر رہا تھا کہ ٹھانچوں سے اس کا منہ لال کر دے مگر سوچ تو لیا تھا کہ دماغ تو ضرور درست کرے گا۔

”جب تک تم اس سے معافی نہیں مانگو گے اس وقت تک یہ تمہارے ساتھ نہیں رہے گی۔“
”اس کے تو اچھے بھی رہیں گے۔“ آریان کو یہ اپنی انا کے منافی ہی لگا تو عصمہ کا بازو اپنے آہنی قلعے میں جکڑا اور کھینٹا ہوا لے گیا، حماد بھائی بھابھی تائی امی سب ہی دوڑے مگر وہ تو غصہ میں ایسا جنونی ہو گیا تھا کہ گاڑی میں بیٹھایا اور ریش ڈرائیونگ کرتا نکل گیا عصمہ وحشت زدہ سی دھک دھک کرتے دل کے ساتھ آنکھیں بند کرے اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

اس کا دل پتے کی مانند کانپ رہا تھا آریان کے چہرے کی سختی اسے اور خوف میں مبتلا کر رہی تھی وہ بے مقصد گاڑی ادھر سے ادھر ہی گھما رہا تھا عصمہ کو اندازہ تھا اس کے اندر کا انتشار تھا جو اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا لیکن وہ آریان کو زچ نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کل کی تصفیک پر وہ اتنا روئی تھی کہ تائی امی نے رات اسے ڈرائنگ روم میں دیکھ لیا تھا جس کی بناء پر ہی بات بابا تک پہنچ

گئی تھی وہ ایسا بالکل نہیں چاہتی تھی کہ سب کے سامنے بابا اس سے باز پرس کریں۔

”آپ یہ کیا کر رہے ہیں گاڑی روکے۔“ عصمہ نے ڈرتے ڈرتے اس کے اسٹیرنگ پر رکھے مضبوط ہاتھوں پر اپنا دایاں ہاتھ رکھا۔
”میں کیا کر رہا ہوں تم نے سوچا ہے تم کیا کر رہی ہو۔“ اس نے فوراً جھٹکے سے گاڑی سائیڈ پر روکی عصمہ سہم ہی گئی۔

”تم نے بابا سے ہماری پرسل بات بتا دی کتنی بڑی بیوقوفی کی ہے تم نے سوچا ہے یہ۔“
”وہ میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا وہ تو تائی امی نے مجھے رات ڈرائنگ روم میں دیکھ لیا تھا۔“ نگاہ جھکائے ندامت میں گھری وہ آہستگی سے ڈرتے لچھے میں بول رہی تھی آریان کی سحر انگیز نگاہ اس پر بھی جو ڈارک پریل کانٹن کے کپڑوں میں چھپوئی مولی سی ہی لگ رہی تھی۔

”مگر سب سے نکل جانے کو میں نے تو نہیں کہا تھا تم کیوں نہیں۔“
”آپ نے اتنی بڑی بات بولی کہ میری آپ کو ضرورت نہیں ہے مجھے رونا نہیں آئے گا۔“ گھٹیری پلکوں کی جھلکوں پر مولی آگئے جو آریان نے غیر ارادی طور پر ہی اپنی انگلیوں کی پوروں میں وہ مولی چبن لے لے وہ تو بوکھلا ہی گئی جھٹ آٹھیں ہاتھوں کی پشت سے صاف کر لیں۔

”دیکھیں اگر آپ کے دل میں میرے لئے عنجائش نہیں ہے تو مجھے میری امی کے پاس چھوڑ دیں۔“ کتنا ٹھن مڑھ لگ رہا تھا آریان کا سامنا کرنا اور سارے دھوے دھوے کے دھڑکے رہ گئے تھے کتنا جی کہتا تھا کہ وہ خود اس کی جانب بڑھے گی۔

”خود ہی سوال کرتی ہو اور جواب بھی اخذ کر لیتی ہو مجھے تمہاری یہی ادا بالکل نہیں بھائی۔“

اس نے اسٹیرنگ پر پھر کد مارا عصمہ جھینب گئی۔
”آئی ایم سوری۔“ اسے منانے کے لئے کچھ تو کرنا ہی تھا۔

”باہ سوری۔“ آریان نے تمسخر اڑایا۔
”شروع سے تم نے مجھے تنگ کیا اور ضد باندھ لی کہ مجھ سے بھی بنا کے نہیں رکھو گی۔“
”رکھنا تو چاہتی ہوں۔“ شرمندگی میں ڈوبی وہ حیا سے نگاہ بھی نہیں ملایا رہی تھی آریان اسے بغور ہی دیکھ رہا تھا۔

”کیا کہا پھر سے کہنا۔“ جیسے سماعتوں پر یقین نہ آیا۔

”یہی کہ کل تک آپ سب کو میں مجرم سمجھتی تھی مگر میں غلط تھی بابا آپ سب کے دلوں میں اسی طرح زندہ ہیں جیسے پہلے تھے مگر جانے کیوں بابا کا تم اور افسردگی مجھے آپ سب سے بدظن کر گئی تھی لیکن بابا نے بھی بھی آپ لوگوں کو برا نہیں کہا۔“ وہ بولتے بولتے پھر رکی۔

”کیونکہ ہم بدلتے ہی نہیں ہیں ہاں بس وقت و حالات نے تمہارے ذہن کو باغی بنا دیا تھا اس لئے تم چاچو کا بدلہ لینا چاہتی تھیں۔“ آریان کا لب و لہجہ یکدم نرم ہو گیا اور پھر اسے اسی وقت کا تو انتظار تھا کہ عصمہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔

”عصمہ چاچو کی زندگی اتنی ہی تھی لیکن تم دیکھو آج چاچو کی روح خوش ہو گی کہ ان ک بیوی اور بچوں کو ان کے اپنے مل گئے ہیں۔“
”ہوں۔“ یہ اعتراف اس نے دل سے ہی کیا۔

”پلیز مجھے معاف کر دیں میں آپ کے معیار پر اترنے کی پوری کوشش کرو گی بس مجھے ایک موقع دیں۔“ وہ جی آواز میں گویا تھی۔
”وہ جو میرے اتنے اچھے موافقے تھے ان کا کیا ہو گا۔“ ایک دم ہی وہ ترنگ میں آ کے معنی خیز

ہو گیا۔
”کون سے موافقے۔“ عصمہ جیسے سمجھی نہیں۔
”گھر چلو وہاں بتاؤنگا عملی طور پر کون سے موافقے۔“ بے باکی سے بولتا اس کی غازوں پر جھولتی لٹ کو اپنی شہادت کی انگلی میں پلینا وہ جھینب گئی آریان پر شوخیوں سوار ہو رہی تھیں اور وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی، اسی وقت گاڑی اسٹارٹ ہوئی تو عصمہ نے تشکر بھرا سانس لیا۔
”آفس تو ہو گیا گول کیونکہ کل سے ہم ہی مون پر جا رہے ہیں۔“
”جی۔“ وہ حیران سی بولی۔

”جی وہ اس لئے کہ تمہیں ایک موقع دے کر دیکھ لوں کہ تم ہی مون پر بور تو نہیں کرو گی۔“ شرارت سے پر لہجے میں بولا عصمہ نے مارے حیا کے اسے دیکھا ہی نہ کیونکہ وہ حد سے زیادہ شوخ ہو رہا تھا۔

”سنو جا کے بابا کو ریلیکس تم کرنا خواہ مخواہ ڈانٹ پڑی ہے۔“

وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے مونے سے کھڑے کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا عصمہ نے شرمائے شرمائے انداز میں سر ہلا دیا وہ کتنی شانت ہو گئی تھی جنہیں وہ برا سمجھتی تھی آج وہ سب کتنے پیارے ہو گئے تھے آریان کے شانے سے سر ٹک کر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆